محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۳۳)

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

عہد علوی

مسلمانوں سے قتال کرنے پر معذرت

۳۶ھ: حضرت عثمان کی شہادت کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری گورنر کوفہ تھے۔ حضرت علی نے انھیں خط لکھ کر کوفہ کے مسلمانوں سے اپنی بیعت لینے اور جنگ میں شامل ہونے کی تلقین کی۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ کی امارت اس لیے برقرار رکھی تھی کہ راہ حق میں میرے مددگار ہوں گے۔ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا: اہل کوفہ سبھی آپ کے مطیع ہیں، اگرچہ کچھ لوگوں سے زبردستی بیعت لی گئی ہے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے اپنی فوج مجتمع کی تو حضرت علی نے بھی اپنا لشکر تیار کرنا شروع کر دیا۔ مدینہ کے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا: ان لوگوں کا مقابلہ کرنے چلو جو تمھاری جماعت میں تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ اپنا لشکر لے کر حضرت علی فید کے مقام پر پہنچے تھے کہ کوفہ سے عامر بن مطر کی آمد ہوئی۔ اس نے بتایا: اگر آپ صلح کا ارادہ رکھتے ہیں تو ابو موسیٰ یہی چاہتے ہیں اور اگر آپ قتال کرنا چاہتے ہیں تو ابو موسیٰ ساتھ نہ دیں

گے۔ حضرت علی نے کہا: میں تو صرف اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ بصرہ پہنچنے پر حضرت علی کے قاصد محمد بن ابوبکر اور محمد بن عون حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس آئے اور جنگ کے لیے نکلنے کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کوفہ کے لوگوں سے کہا: اس جنگ میں پیچھے بیٹھ رہنا ہی آخرت کی راہ ہے، جب کہ جنگ کے لیے نکلنا دنیا کا راستہ ہو گا۔ دونوں محمد غصے میں آ گئے اور حضرت ابو موسیٰ کو برا بھلا کہا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا: عثمان کی بیعت کا قلادہ میری گردن میں ہے اور تمھارے صاحب علی کی گردن میں بھی۔ قتال اگر ضروری بھی ہے تو ہم تمام قاتلین عثمان سے نمٹنے کے بعد کسی سے جنگ کریں گے۔

فوج میں بھرتی ہونے سے منع کرنا

حضرت علی نے حضرت عمار بن یاسر کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ انھیں اپنی فوج میں بھرتی پر آمادہ کریں۔ تب حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو مسعود انصاری ان سے ملنے آئے اور ان سے کہا: جب سے تم اسلام لائے ہو، میں نے اس سے زیادہ بری بات نہیں دیکھی کہ تم قتال میں جلد بازی دکھا رہے ہو۔ حضرت عمار نے فوراً جواب دیا: جب سے تم مسلمان ہوئے ہو، میں نے اس سے زیادہ بری بات نہیں دیکھی کہ تم جہاد کرنے میں سستی کر رہے ہو۔ حضرت ابو مسعود انصاری نے حضرت عمار اور حضرت ابو موسیٰ کو ایک نیا جوڑا پہنایا، پھر تینوں مسجد تشریف لے گئے (بخاری، رقم ۷۱۰۲)۔

حضرت علی کی بار بار کوشش

حضرت علی نے اب اشتر سے کہا: تم اور عبد اللہ بن عباس جاؤ اور معاملہ سلجھاؤ۔ دونوں اصحاب حضرت ابو موسیٰ سے ملے اور کوفہ کے لوگوں کی مدد چاہی۔ حضرت ابو موسیٰ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا: بلاشبہ، اصحاب رسول جو مختلف مقامات میں آپ کے ساتھ رہے اللہ و رسول کے احکام کو ان لوگوں سے بہتر جانتے ہیں جو آپ کی صحبت میں نہیں رہے۔ تمھارا ہم پر حق ہے جو میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تمھارے پاس خلافت کا دعویٰ لے کر جو شخص مدینہ سے آئے، اسے لوٹا دو تاوقتیکہ تمام اہل مدینہ ایک امر پر متفق نہ ہو جائیں۔ اس جنگ میں شامل ہو کر تکلیف نہ اٹھاؤ، کیونکہ یہ ایک خاموش فتنہ ہے، جس میں سویا ہوا بیدار رہنے والے سے، بیدار بیٹھ رہنے والے سے، بیٹھ رہنے والا کھڑے سے اور کھڑا رہنے والا سوار سے بہتر ہے۔ تلواروں کو میان میں کر لو، نیزوں کے پھل اتار دو اور کمانوں کی تانت کاٹ ڈالو۔ گھروں سے چپکے رہو اور ابن آدم ہابیل کی طرح ہو جاؤ (ترمذی، رقم ۲۲۰۴۔ مسند احمد، رقم ۱۹۷۳۰)۔ مظلوم اور ستم رسیدہ کو پناہ دو، حتیٰ کہ خلافت کے معاملے پر اتفاق ہو جائے اور یہ فتنہ ٹل جائے۔ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت علی کے انتخاب کو جائز تسلیم کیا، تاہم اہل کوفہ کو اس

خانہ جنگی میں غیر جانب دار رہنے کی تلقین کی۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت علی کو حضرت ابو موسیٰ کے جواب سے آگاہ کیا تو انھوں نے سلجھاؤ کے لیے حضرت حسن اور حضرت عمار بن یاسر کو بھیجا۔ دونوں کوفہ کی مسجد میں پہنچے، حضرت ابو موسیٰ حضرت حسن سے گلے ملے اور حضرت عمار سے مخاطب ہوئے: آپ نے اور لوگوں کے ساتھ مل کر امیر المومنین عثمان سے دشمنی کی اور فاجروں میں شامل ہو گئے۔ اب حضرت حسن بولے: ابو موسیٰ، آپ لوگوں کو ہماری مدد سے کیوں روک رہے ہیں؟ ہمارا ارادہ تو لوگوں کی اصلاح کرنا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ بولے: میرے ماں باپ آپ پر قربان، جس سے مشورہ کیا جاتا ہے، امین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہمارے مال اور جانیں ایک دوسرے پر حرام کی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: 'وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا'، ''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی اور اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے'' (النساء ۴: ۹۳)۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی سن رکھا ہے: ''جلد ایک فتنہ برپا ہو گا، جس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا، کھڑا ہونے والا پیدل چلنے والے سے بہتر ہو گا اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا'' (ابوداؤد، رقم ۴۲۵۹۔ ترمذی، رقم ۲۱۹۴)۔ یہ سن کر حضرت عمار غصے میں آ گئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم خاص تمھارے لیے ہی دیا ہو گا۔ مجمع میں شور برپا ہو گیا تو حضرت ابو موسیٰ نے لوگوں کو خاموش کرایا، منبر پر بیٹھے اور دوبارہ خطاب کر کے اپنا موقف دہرایا۔

عبد خیر خیوانی نے حضرت ابو موسیٰ سے پوچھا: جب آپ اسے فتنہ قرار دیتے ہیں تو آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ اس فتنہ سے محفوظ کون رہے گا۔ اس وقت مسلمان چار جماعتوں میں منقسم ہیں۔ حضرت علی کوفہ میں، حضرات طلحہ و زبیر بصرہ میں، حضرت معاویہ شام میں برسرپیکار ہیں اور چوتھی جماعت حجاز میں ہے، جنگ کر کے مال غنیمت بٹور رہی ہے نہ کوئی دشمن اس سے قتال کر رہا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا: یہی لوگ سب سے بہتر ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ کی معزولی

حضرت ابو موسیٰ کوفہ کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے سے منع کر رہے تھے اور حضرت عمار ان سے تکرار کر رہے تھے کہ حضرت حسن نے انھیں منبر سے اترنے کو کہا۔ اس اثنا میں

حضرت ابو موسیٰ کے غلام چلاتے ہوئے آئے کہ اشتر محل میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے ہمیں مار پیٹ کر نکال دیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ محل پہنچے تو اشتر نے گالی گلوچ کی اور انھیں بھی نکل جانے کو کہا۔ لوگ حضرت ابو موسیٰ کا سامان لوٹ رہے تھے، اشتر نے انھیں روکا۔ اس نے حضرت ابو موسیٰ کو شام تک کی مہلت دی اور محل میں رات گزارنے سے منع کر دیا۔ حضرت علی نے حضرت قرظہ بن کعب کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

حضرت ابو موسیٰ کے جانے کے بعد نو یا بارہ ہزار مسلمان دجلہ اور خشکی کے راستے کوفہ سے نکلے اور ذی قار کے مقام پر پہنچ کر حضرت علی کی فوج میں شامل ہوئے۔

جنگ صفین میں واضح شکست سے بچنا

۳۷ھ: جنگ صفین میں حضرت عمرو بن العاص کو شکست و ہلاکت نظر آنے لگی تو حضرت معاویہ سے کہا: میں آپ کو ایسا مشورہ دیتا ہوں جس سے ہماری جمعیت مضبوط ہو جائے گی اور جیش علی کا انتشار بڑھ جائے گا۔ ہم قرآن بلند کر کے نعرہ لگائیں کہ قرآن ہمارے مابین جو فیصلہ کرے گا، ہم قبول کر لیں گے۔ اس پر ان میں اختلاف رونما ہو جائے گا اور اگر انھوں نے متفق ہو کر ہماری پیشکش قبول کر لی تو جنگ ٹل جائے گی۔ چنانچہ جب جنگ زوروں پر تھی اور اہل شام ایک ٹیلے کی پناہ لیے ہوئے تھے، حضرت معاویہ نے ایک شخص کو مصحف دے کر حضرت علی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا: ہمارے درمیان اللہ کی کتاب حکم ہے۔ ادھر میدان جنگ میں شامیوں نے نیزوں پر قرآن بلند کیے تو کچھ لوگ بول اٹھے: ہم کتاب اللہ کو قبول کرتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا: بندگان خدا، اپنا حق نہ چھوڑو، سچائی پر قائم رہو اور دشمن سے جنگ جاری رکھو۔ انھوں نے قرآن ایک چال کے طور پر، دھوکا دینے کے لیے بلند کیے ہیں۔ حضرت علی کے کچھ ساتھیوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کتاب اللہ کی طرف بلائے اور ہم انکار کر دیں۔ مسعر بن فدکی، زید بن حصین اور کچھ دوسرے لوگوں نے جو بعد میں خارجی بن گئے، حضرت علی کو دھمکی دی کہ کتاب اللہ کی دعوت کو قبول کر لیں، ورنہ ہم آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو عفان کے بیٹے کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت علی نے کہا: اگر میری اطاعت کرنا چاہتے ہو تو جنگ جاری رکھو۔ خارجیوں نے جواب دیا: یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، آپ آدمی بھیج کر اشتر کو محاذ سے واپس بلا لیں۔ اشتر بہت جز بز ہوا اور کہا: جب قرآن اٹھائے گئے تھے، میں سمجھ گیا تھا کہ اب نیا اختلاف اور نئی فرقہ بندی جنم لے گی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ کی مدد سے ہمیں فتح مل رہی ہے اور ان لوگوں کا انجام برا ہونے والا ہے۔ مجھے گھوڑا دوڑانے کی مہلت دو، مجھ میں فتح کی حرص پیدا ہو گئی ہے، لیکن سب بولے: ہم نے اپنے اور ان کے بیچ

قرآن کو فیصل مان لیا ہے۔

قرآن کو حکم بنانا

صلح ہو جانے کے بعد حضرت اشعث بن قیس حضرت علی کے مشورے سے حضرت معاویہ سے ملے تو انھوں نے کہا: کتاب اللہ کے فرمان کے مطابق ایک آدمی آپ مقرر کر دیں اور ایک کا تعین ہم کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں کتاب اللہ کے حکم کے عین مطابق نزاع کا فیصلہ کریں، جسے فریقین من و عن قبول کر لیں۔ حضرت اشعث ہاں کہہ کر حضرت علی کے پاس آئے تو وہ بھی رضا مند ہو گئے۔ اہل شام نے حضرت عمرو بن العاص کا نام تجویز کیا۔ حضرت اشعث اور اس گروہ نے جس نے بعد میں خوارج کا نام پایا حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرت علی بولے: تم نے پہلے میری بات نہیں مانی، اب تو نافرمانی نہ کرو۔ میں ابو موسیٰ کو یہ ذمہ داری نہیں دینا چاہتا۔ حضرت اشعث، زید بن حصین اور مسعر بن فدکی نے کہا: ہم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی پر راضی نہ ہوں گے، کیونکہ انھوں نے ہمیں ان جنگوں میں پڑنے سے خبر دار کیا تھا۔ حضرت علی نے کہا: مجھے ان پر اعتماد نہیں، انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور لوگوں کو بہکا کر بھاگ گئے۔ میں تو یہ ذمہ داری ابن عباس کو دینا چاہتا ہوں۔ خارجیوں نے کہا: ابن عباس کا حکم بننا ایسا ہی ہے، جیسے آپ خود حکم بن جائیں۔ ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا آپ سے اور معاویہ سے ایک سا تعلق ہو۔ حضرت علی نے اشتر کا نام لیا تو کہنے لگے: اسی نے تو اس سرزمین میں آگ لگا دی ہے۔ حضرت علی نے پوچھا: تو تم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی کو نہ مانو گے؟ ان کے ہاں کہنے پر فرمایا: جو جی میں آئے کرو۔ حضرت ابو موسیٰ جنگ سے الگ تھلگ وادی عرض میں مقیم تھے۔ اطلاع ملنے پر لشکر گاہ میں چلے آئے۔ حضرت احنف بن قیس نے کہا: تم انھی کو چاہتے ہو تو ان کی پشت کئی مردوں کے ساتھ مضبوط کر دو۔ حضرت علی نے حکم بنائے گئے دونوں اصحاب سے کہا: اگر تم کتاب اللہ کے موافق فیصلہ نہ کرو گے یا کسی کی رو رعایت کرو گے تو تمھارا فیصلہ قبول نہ ہو گا۔

معاہدۂ تحکیم

بدھ ۱۳/ صفر ۳۷ھ (۳۱/ جولائی ۶۵۷ء) حضرت عمرو بن العاص حضرت علی کے پاس معاہدہ تحریر کرنے آئے۔ بسملہ کے بعد لکھا گیا: اہل کوفہ کی طرف سے علی اور اہل شام کی طرف سے معاویہ باہم معاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے حکم اور اس کی کتاب کو مانیں گے، فاتحہ سے خاتمہ تک۔ عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ) اور عمرو بن العاص، دونوں حکم کتاب اللہ میں جو پائیں گے، اس پر عمل کریں گے اور جو کتاب میں موجود نہ ہوا، سنت عادلہ

سے اس کی رہنمائی لیں گے جو انصاف پر مبنی ہے اور تفرقہ سے بچاتی ہے۔ ان کا فیصلہ امت کو اختلاف اور جنگ سے نکالے گا، ہر مسلمان ان سے تعاون کرے گا اور ان کے معاہدے پر عمل کرنے کا پابند ہو گا۔ سب لوگ ہتھیار اتار دیں گے اور مامون ہوں گے۔ اس فیصلہ کی مدت رمضان تک ہو گی۔ حکمین نے فریقین سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان کی امان بھی طلب کی۔ حضرت اشعث بن قیس، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سعید بن قیس، حضرت حجر بن عدی، اور حضرت مالک بن کعب حضرت علی کے اور حضرت ابواعور، حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت عتبہ بن ابوسفیان، وائل بن علقمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد حضرت معاویہ کے گواہوں میں شامل تھے۔ اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ طے ہوا کہ ماہ رمضان میں حضرت علی، دونوں ثالثوں سے اذرح یا دومۃ الجندل میں ملیں گے۔ حضرت علی نے کہا: صلح سے ہماری قوت جاتی رہی ہے، البتہ اقرار صلح کے بعد اس سے پھرنا ہرگز مناسب نہیں۔

حکمین کا اجتماع

۳۷ھ (۶۵۷ء): ماہ رمضان میں حکمین کا اجتماع طے تھا۔ حضرت علی نے چار سو افراد پر مشتمل وفد بھیجا جس میں شریح بن ہانی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری شامل تھے۔ حضرت معاویہ کی طرف سے بھی چار سو کا وفد حضرت عمرو بن العاص کی سربراہی میں پہنچا۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی ساتھ آئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ملنے کے بعد پیشین گوئی کی کہ ثالث کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکیں گے۔ ثالث مل بیٹھے تو حضرت عمرو بن العاص نے ابتدا کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ سے پوچھا: کیا عثمان کو مظلومانہ طور پر شہید نہیں کیا گیا؟ حضرت ابوموسیٰ بولے: ہاں۔ اگلا سوال تھا: کیا معاویہ اور ان کی اولاد عثمان کے وارث نہیں؟ حضرت ابوموسیٰ بولے: کیوں نہیں۔ اب حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کا فرمان ہے: 'وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا'، ''اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو، اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق دیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی'' (بنی اسرائیل ۱۷: ۳۳)۔ لہٰذا اس امر میں کوئی مانع نہیں کہ معاویہ کو عثمان کا جانشین بنا دیا جائے، وہ سیاست اور کاروبار مملکت کو خوب سمجھتے ہیں، ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی ہیں اور کاتب وحی رہ چکے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ نے جواب دیا: میں یہ نہیں کر سکتا کہ معاویہ کو خلیفہ بنا دوں اور مہاجرین اولین کو چھوڑ دوں۔ شرف و

فضل کا مقابلہ کرنا ہو تو حضرت علی قریش کے بہترین شخص ہیں۔ حضرت عمرو نے کہا: آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، اس لیے خود ہی کوئی حل تجویز کر دیں۔ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمرو نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نام تجویز کیا۔ حضرت عمرو نے حضرت عبداللہ بن عمر کو مال کثیر کے عوض خلافت سے دست بردار ہونے کی پیشکش کی تو وہ غصے میں آ گئے اور کہا: میں رشوت لینے کو تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرو اور حضرت ابو موسیٰ نے ایک دوسرے کے متبادل نام رد کر دیے تو حضرت ابو موسیٰ بولے: علی اور معاویہ، دونوں خلافت چھوڑ دیں اور مسلمان باہمی مشورے سے نیا خلیفہ چن لیں۔ یہ جواب حضرت عمرو کی خواہش کے عین مطابق تھا، اس لیے فوراً لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور حضرت ابو موسیٰ کو آگے کھڑا کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ہم بالاتفاق علی و معاویہ، دونوں کو معزول کرتے ہیں، آپ خود اہل شخص کو خلیفہ چن لیں۔ اب حضرت عمرو بڑھے اور اعلان کیا: میں نے بھی ان کے خلیفہ کو ہٹایا، تاہم اپنے خلیفہ معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں، کیونکہ وہ عثمان کے ولی ہیں اور ان کا قصاص طلب کر رہے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عمرو سے شکوہ کیا کہ ہمارا اتفاق علی و معاویہ، دونوں کو معزول کرنے پر ہوا تھا، آپ نے اس کے برعکس اعلان کر کے دھوکا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس بولے: ابو موسیٰ، قصور آپ کا نہیں، ان لوگوں کا ہے جنھوں نے آپ کو حکم بنایا۔ حضرت عمرو شام کو لوٹ گئے اور حضرت ابو موسیٰ نے شامیوں کے خوف سے مکہ کی راہ لی۔ حضرت ابو موسیٰ کہا کرتے تھے: مجھے ابن عباس نے عمرو کے فریب سے آگاہ کیا تھا، لیکن میں سمجھتا تھا کہ وہ امت کی خیر خواہی پر کسی شے کو ترجیح نہ دیں گے۔

غالی شیعہ حضرت ابو موسیٰ سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ وہ حضرت علی کی فوج میں شامل نہیں ہوئے اور تحکیم کے وقت انھوں نے حضرت علی و حضرت معاویہ، دونوں کو معزول کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا۔

تحکیم کی ناکامی کے بعد

۴۰ھ (۶۶۰ء) حضرت معاویہ کے کمانڈر بسر بن ارطاۃ نے مدینہ پر چڑھائی کی اور وہاں کے گھروں کو مسمار کیا تو حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو ایوب انصاری شہر نبی سے نکل آئے، بسر نے اس کے بعد مکہ کا رخ کیا تو حضرت ابو موسیٰ جان بچانے کے لیے یمن چلے آئے، پھر ان کو وہاں کے علوی عامل حضرت عبیداللہ بن عباس سے اندیشہ ہوا تو کوفہ لوٹ آئے۔ جنگ صفین کے بعد انھوں نے ملکی سیاست میں کوئی حصہ نہ لیا، کوفہ میں مقیم رہے جہاں انھوں نے مسجد کے پاس گھر بنایا اور اسی میں وفات پائی۔

عہد معاویہ کی متضاد روایات

حضرت معاویہ حضرت ابو موسیٰ کو شام کا گورنر بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے حضرت ابو موسیٰ کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ عمرو بن العاص کی طرح میری بیعت کر لو، میں تمھارے ایک بیٹے کو بصرہ، دوسرے کو کوفہ کا عامل بنا دوں گا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور خط لکھا: میں اس پیشکش کو قبول کر کے اپنے رب کو کیا جواب دوں گا۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی اور حضرت معاویہ نے ان کو پانچ سال کے رو کے ہوئے وظائف دے دیے۔ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت معاویہ سے ملنے گئے، ان کے سر پر سیاہ عربی ٹوپی تھی۔ انھوں نے یا امین اللہ، کہہ کر حضرت معاویہ کو سلام کیا۔ رخصت ہوئے تو حضرت معاویہ نے کہا: بڈھا اس لیے آیا تھا کہ میں اسے کوئی منصب دے دوں، واللہ، میں ہرگز ایسا کرنے والا نہیں۔

وفات

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ۵۲ھ (۴۲ھ، ۴۴ھ، ۵۰ھ یا ۵۵ھ) میں کوفہ سے دو میل دور واقع ثوِیّہ کے مقام پر یا مکہ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ستر برس سے اوپر ہوئی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی: جب میں مروں تو میری وجہ سے کسی کو تکلیف مت دینا، میرا جنازہ لے کر جلدی جلدی چلنا، رونا دھونا نہ دھونی دینا (ابن ماجہ، رقم ۱۴۸۷)۔ میری قبر گہری کھودنا، اس پر پختہ تعمیر نہ کرنا۔ ان پر غشی طاری ہوئی تو ان کی بیوی حضرت ام عبد اللہ واویلا کرنے لگیں، کچھ افاقہ ہوا تو وہ بولے: کیا تم نے رسول اللہ کا ارشاد نہیں سن رکھا؟ انھوں نے ہاں کہا، پھر خاموش ہو گئیں۔ آپ کا فرمان ہے: وہ ہم میں سے نہیں، جس نے سر منڈایا، اول فول بکا یا کپڑے پھاڑے (ابوداؤد، رقم ۳۱۳۰۔ نسائی، رقم ۱۸۶۴۔ ابن ماجہ، رقم ۱۵۸۶۔ احمد، رقم ۱۹۵۴۷)۔ بیوی کو وصیت کی: مجھے قمیص سمیت غسل دینا، بعد میں قمیص کو اتار دینا یا کاٹ دینا۔ حضرت ابو موسیٰ کو شدید درد ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ ان کا سر گھر کی ایک خاتون (ان کی اہلیہ صفیہ بنت دمون یا ابو دومہ) کی گود میں تھا، ذرا ہوش میں آئے تو کہا: میں ہر اس چیز سے بری الذمہ ہوں جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار براءت کیا۔ آپ چیخنے والی، بال مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی ماتم کناں سے بے زار تھے (بخاری، رقم ۱۲۹۶۔ مسلم، رقم ۲۸۷۔ احمد، رقم ۱۹۵۳۵)۔

[باقی]